قرآن کریم کی چار عظیم الشان خصوصیات یہ ہمارے لئے موعظہ، شفا، ہدایت اور رحمت کا موجب ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ر ستمبر ۱۹۶۶ء مسجد مبارک۔ ربوہ)

- ☆ تمام گناہ شیطانی وسوسہ کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں اور شیطان وسوسہ ڈال کر غائب ہو جاتا ہے۔
- ☆ قرآن کریم سینہ کی تمام رُوحانی بیماریوں کیلئے شفاء ہے۔
- ☆ بہت سی بشارتیں ایک لمبا عرصہ گزرنے اور منکرین کو ٹھٹھا اور استہزا کر لینے کے بعد پوری ہوتی ہیں۔
- ☆ جن کمزوروں کو خدا کی نصرت حاصل ہو وہ ہتھیاروں سے لیس دشمن پر غالب آتے ہیں۔
- ☆ اپنے عقائد، اعمال اور اخلاق حسنہ پر کبھی غرور نہ کرنا۔

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور پُر نور ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات پڑھی۔

يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْجَآءَ تْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَافِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ o قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ o

(یونس: ۵۹،۵۸)

(ترجمہ) ’’اے وے تمام لوگو! جو اس دنیا میں بستے ہو یا مستقبل میں اس دنیا کو بساؤ گے تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے یقیناً ایک ایسی کتاب آ گئی ہے جو سراسر نصیحت ہے اور شِفَآءٌ لِّمَافِي الصُّدُوْرِ وہ ہر اس بیماری کے لئے جو شیطان سینوں میں پیدا کر سکتا ہے شفاء دینے والی ہے اور ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ تو اُن سے کہہ دے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے وابستہ ہے۔ پس اس پر انہیں خوشی منانا چاہئے۔ جو کچھ دنیا کے اموال اور اس کی لذتیں اور اس کی وجاہتیں اور اس کے اقتدار میں سے وہ جمع کر رہے ہیں ان سے یہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کی ہے کہیں زیادہ بہتر ہے‘‘۔

پھر فرمایا:۔

اس آیت میں قرآن کریم کے متعلق چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن کریم کی تعلیم مَوْعِظَةٌ (نصیحت) ہے اور اللہ تعالیٰ جس رنگ میں جن لوگوں کی گرفت کرتا ہے اور اپنے قہر اور غضب کا انہیں مورد ٹھہراتا ہے اور جس رنگ میں جن لوگوں پر اپنا فضل فرماتا ہے اور انہیں اپنی خوشنودی کے عطر سے ممسوح کرتا ہے۔ ان کے واقعات ایسے رنگ میں بیان فرماتا ہے جو دلوں پر اثر کرنے والا اور دلوں کو نرم کرنے والا ہوتا ہے۔

دوسرے یہ فرمایا کہ یہ کتاب شِفَآءٌ لِّمَافِی الصُّدُوْرِ ہے۔ جو بیماریاں سینہ و دل سے تعلق رکھتی ہیں اس کتاب میں ان تمام بیماریوں کا علاج پایا جاتا ہے اور جو نسخے یہ کتاب تجویز کرتی ہے ان کے استعمال سے دل اور سینہ کی ہر روحانی بیماری دور ہو جاتی ہے۔

تیسری بات جو قرآن کریم کے متعلق یہاں بیان فرمائی ہے۔ وہ ھُدًی ہے۔ یعنی اس کی تعلیم ہدایت پر مشتمل ہے۔ وہ ان راہوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ جو اس کے قرب تک پہنچانے والی ہیں اور منزل بہ منزل بہتر سے بہتر ہدایت ان کی طاقت و استعداد کے مطابق ان کو عطا فرماتا ہے اور ہدایت کرتا چلا جاتا ہے حتّٰی کہ بندہ اپنے اچھے انجام کو پہنچ جاتا ہے۔ وہ اپنی جنت اور اپنے رب کی رضا کو حاصل کر لیتا ہے۔

چوتھی بات قرآن کریم کے متعلق یہاں یہ بتائی گئی ہے کہ ایمان والوں کے لئے یہ رحمت کا موجب ہے یعنی جو لوگ بھی قرآن کریم کی بتائی ہوئی ہدایت پر عمل کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ جو بڑا احسان کرنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے اپنی رحمت کی آغوش میں لے لیتا ہے۔

پہلی بات جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے قرآن کریم کے متعلق یہ بتائی گئی ہے کہ یہ مَوْعِظَةٌ ہے۔ مَوْعِظَةٌ یا وعظ کے عربی زبان میں معنی ہوتے ہیں۔ ایسی نصیحت جو جزا و سزا اور ثواب و عقاب کو اس طرح بیان کرنے والی ہو کہ اس سے دل نرم ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور رجوع کریں اور ان میں یہ خواہش پیدا ہو کہ دنیا کی ہر چیز کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی میں لگ جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے کہ ہم جو وعظ کرتے ہیں اور جس کا ذکر ہم نے قرآن کریم کے متعلق کیا ہے وہ یہ ہے وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ (بقرہ: ۲۳۲) کہ ہم نے محض ''الکتاب'' ہی نہیں اتاری اور صرف کامل ہدایتیں ہی اس میں ہم بیان نہیں کرتے بلکہ ہم ان کی حکمتیں بھی بیان کرتے ہیں۔

ہر ہدایت کی وجہ بھی بتاتے ہیں، اس کے نتائج پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ ہم تمہارے سامنے ایک تصویر لا رکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو ہماری ہدایات سے منہ موڑتے ہیں ان کے ساتھ ہمارا کیا سلوک ہوتا ہے۔ وہ مسل کے رکھ دیئے جاتے ہیں اور ہمارا قہر انہیں خاک اور راکھ کر چھوڑتا ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ ہماری ان ہدایات پر عمل کرتے ہیں ہم انہیں ایسا اچھا بدلہ دیتے ہیں اور انہیں اتنا خوشکن ثواب

حاصل ہوتا ہے اور اصلاحِ نفس کے ایسے مواقع انہیں میسر آتے ہیں کہ نفس باقی ہی نہیں رہتا صرف ہماری محبت ہی باقی رہ جاتی ہے۔

مختلف رنگوں میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو قرآن کریم میں ہدایت کی راہیں بتلاتا ہے۔ مثلاً وہ لوگ جنہوں نے پہلے رسولوں کا انکار کیا اور ان کی مخالفت کی، جس قسم کی اور جس طرح انہیں سزائیں دی گئیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کا بیان کثرت سے اس کتاب مجید میں پایا جاتا ہے۔

اسی طرح وہ لوگ جو ایمان لائے اور صدق و وفا سے انہیں خدا تعالیٰ کا پیار حاصل ہوا اور خدا تعالیٰ کی رحمتیں ان پر نازل ہوئیں ان کی بھی ایک تصویر، ایک نقشہ قرآن کریم ہمارے سامنے رکھ رہا ہے۔ پس قرآن نصیحت بھی کرتا ہے۔ بعض باتوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور بعض باتوں سے روکتا ہے اور ساتھ ہی حکمتیں بھی بیان کرتا ہے کہ اس وجہ سے تمہیں ان باتوں سے روکا گیا ہے اور اس غرض کے لئے ان باتوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ سب باتیں مَوْعِظَةٌ کے اندر آ جاتی ہیں۔ فرمایا ہماری یہ کتاب جو ہماری ربوبیت کے مظاہرہ کے لئے نازل کی گئی ہے ہم اس کے ذریعہ تمہاری نشو ونما کرنا چاہتے ہیں اس میں یہ خوبی ہے کہ یہ وعظ و نصیحت ہے۔

دوسری بات جو قرآن کریم کے متعلق یہاں بیان ہوئی ہے وہ شِفَآءٌ لِّمَافِي الصُّدُوْرِ ہے۔ یعنی جو گند اور بیماری سینوں میں ہوتی ہے اس کے لئے یہ کتاب بطور شفاء کے ہے۔ قرآن کریم میں تمام روحانی بیماریوں کا تعلق صدور یا دلوں سے قرار دیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مِنْ شَرِّالْوَسْوَاسِ لا الْخَنَّاسِ۪ۙ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۠ (النّاس: ۵ تا ۷)

اس میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ پناہ مانگو اس وسوسہ ڈالنے والے شیطان سے جو ہر قسم کا وسوسہ ڈال کر شرارت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

یہاں ایک بنیادی اصول کا ذکر فرمایا کہ تمام گناہ شیطانی وسوسہ کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں اور شیطان وسوسہ ڈال کر خود غائب ہو جاتا ہے اور جس کے دل میں وہ وسوسہ ڈالتا ہے اسے یہ معلوم نہیں ہوتا

کہ یہ وسوسہ ڈالنے والی ہستی شیطان تھی یا کوئی نیک ہستی تھی۔ اگر شیطان خناس نہ ہو اور وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹنے والا نہ ہو تو کوئی عقل مند انسان شیطانی وساوس کا شکار ہو کر روحانی بیماری میں مبتلا نہیں ہو سکتا۔

پس شیطان صرف وَسْوَاس ہی نہیں بلکہ خنّاس بھی ہے۔

پہلے وہ وسوسہ ڈالتا ہے اور پھر وسوسہ ڈال کر خود پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ یعنی شیطان، شیطان کی حیثیت سے اس شخص کی نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ پہلا گناہ جو انسان نے کیا وہ اسی وسوسہ کا نتیجہ تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ (الاعراف:۲۱) کہ آدم اور حوا کے دل میں شیطان نے ایک وسوسہ ڈالا جس کے نتیجہ میں وہ ایک گناہ کے مرتکب ہوئے۔ اس کے بعد بھی جب کبھی انسان گناہ کا مرتکب ہوا ہے تو اسی شیطانی وسوسہ کے نتیجہ میں ہوا ہے۔ مثلاً وہ لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ خدا کے جتنے رسول بھی آئے ہیں وہ تمہیں یہ تعلیم دیتے چلے آئے ہیں کہ اپنے پیدا کرنے والے، اپنے رب، اپنے اللہ سے خَوْفًا وَّ طَمَعًا خوف کی وجہ سے اور طمع کی وجہ سے تعلق قائم کرو۔ پس ہر وہ چیز جس کا خوف تمہارے دل میں پیدا ہو یا وہ چیز جسے تم سمجھو کہ تمہیں نفع پہنچانے والی ہے۔ تم اس کی عبادت کرو کیونکہ مذکورہ تعلیم کا یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ تو سانپ کی عبادت خوف کی وجہ سے شیطانی وسوسہ کے نتیجہ میں پیدا ہوئی۔ بڑ کے درخت کی عبادت بھی جو اس آرام (طَمَعاً) کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ جو اس کے نیچے بیٹھنے سے حاصل ہوتا ہے تو یہ سب شیطانی وسوسہ کا نتیجہ ہے۔

پس ہزاروں مثالیں ایسی پائی جاتی ہیں جو شیطان کے وسوسہ کے نتیجہ میں شرک کے پیدا ہونے کو ثابت کرتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر گناہ کا تعلق شیطانی وسوسہ سے ہے اور شیطان یہ وسوسے انسان کے دل اور سینہ میں پیدا کرتا ہے۔ گویا تمام روحانی بیماریوں کا مصدر انسان کا سینہ یا اس کا دل ہے کیونکہ شیطانی حربوں اور حیلوں اور تدبیروں کی آماجگاہ صدرِ انسانی ہی ہے اور روحانی ترقیات کے لئے پہلے سینہ و دل کی صفائی اور صحت و سلامتی بہت ضروری ہے کیونکہ بیمار سینہ و دل کفر کے لئے کھل جاتا ہے اور ایمان کے لئے مقفل ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔

وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝
(النحل:۱۰۷)

وہ جنہوں نے شیطانی وساوس کو قبول کر کے اپنا سینہ کفر کے لئے کھول دیا۔ ان پر اللہ کا بہت بڑا غضب نازل ہوگا اور ان کے لئے بہت بھاری عذاب مقدر ہے۔

تو اس آیت میں بتایا کہ شیطانی وسوسہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کا سینہ کفر کے لئے کھل جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں شَرَحَ کے لفظ کو اس سینہ و دل پر بھی استعمال کیا ہے جو کفر کے لئے بند ہو جاتا ہے اور جس کی کھڑکیاں خدا کی طرف کھل جاتی ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ فرمایا۔

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ۔ (الحج: ۴۷)

کیونکہ اصل بات یہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) کہ حق و صداقت اور نشانات اور آیات کے تعلق میں ظاہری آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہوتے ہیں بوجہ اس کے کہ شیطانی وسوسہ ان کو اپنے اندر لپیٹ لیتا ہے اور روحانی شعاعیں دلوں تک پہنچ نہیں سکتیں اور روحانی نور انہیں حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس اندھے پن کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ سے دور چلے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن کریم شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ہے یعنی سینہ کی تمام روحانی بیماریوں کی شفاء اس میں پائی جاتی ہے۔ جو وسوسہ بھی شیطان دل میں ڈالے اسے دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک ہدایت اور ایک تعلیم دی ہوئی ہے۔ اگر تم غور سے کام لو، اگر تم اس کے مطالب اور معارف تلاش کرنے کی کوشش کرو اور جب شیطان تم پر حملہ آور ہو رہا ہو قرآن کریم ہاتھ میں لے کر تم اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تو وہ تم پر غالب نہیں آ سکتا اور نہ تمہیں بیمار کر سکتا ہے بلکہ قرآنی نور تمہارے سینوں اور دلوں میں اس طرح پھیل جائے گا کہ شیطان جو ظلمت میں دیکھتا ہے اور نور سے ڈرتا ہے تمہارے سینہ و دل کے قریب بھی آنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔

تو فرمایا کہ ہماری یہ تعلیم (قرآن کریم) ایک شِفَآء ہے۔ اور اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ جو بشارتیں یہ دیتا ہے جب وہ پوری ہو جاتی ہیں تو وہ شِفَآء کا کام دیتی ہیں اور شیطان کے اس وسوسہ کو دور کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو ترقیات، کامیابیوں اور فتح و نصرت کے وعدے کئے تھے وہ جھوٹے تھے وہ پورے نہیں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی بہت سی بشارتیں ایک لمبا عرصہ گزرنے اور منکرین کو ٹھٹھا اور استہزاء کر لینے کا موقعہ دینے کے بعد پوری ہوتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا

(احزاب: ۱۳)

یعنی جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہوتی ہے کہنے لگ گئے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے ایک جھوٹا وعدہ کیا تھا۔

جب دیر ہو جاتی ہے تو یہ وسوسہ شیطان ان کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ۱۸۶۸ء میں یہ الہام ہوا کہ

”بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے“

(۱) براہین احمدیہ ہر چہار حصص۔ روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۶۲۲)

اس پر جب ایک لمبا عرصہ گزر گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے پورے ہونے کے سامان پیدا نہ کئے تو دشمن نے ہر طرح سے اس کا مذاق اڑایا اور استہزاء کیا اور ٹھٹھا سے باتیں کیں۔ تب قریباً ایک سَو سال بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دئے کہ گیمبیا جو مغربی افریقہ کا ایک ملک ہے اسے آزاد کرایا اور پھر وہاں ایک احمدی مسٹر سنگھیٹے صاحب کو جو اپنی جماعت کے پریذیڈنٹ بھی تھے گورنر جنرل بنا دیا۔ پھر انہوں نے مجھ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کپڑا بطور تبرک طلب کیا اور لکھا کہ میں نے بڑی دعائیں کی ہیں اور بڑے خشوع اور تضرع کے ساتھ اپنے رب کے سامنے جھکا ہوں کہ وہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑے سے برکت حاصل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ جن کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ پہلے مجھے گھبراہٹ تھی کہ ان کے مطالبہ کے بعد انہیں کپڑا ملنے میں غیر معمولی دیر ہو رہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت کچھ اور ہی تھی۔ آخر وہ کپڑا ان کو یہاں سے روانہ کر دیا گیا اور وہ کپڑا ان کو جس دن صبح بذریعہ ڈاک ملا اسی رات کو بی۔ بی۔ سی سے یہ اعلان ہوا کہ ان کو ایکٹنگ گورنر جنرل سے گورنر جنرل بنا دیا گیا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے دل میں خدائے تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس رسول کے

فرزندِ جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے شدید محبت پیدا ہوگئی جس محبت کا اظہار انہوں نے پہلے ایک تار اور پھر ایک خط کے ذریعہ کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک اور دنیوی فضل کیا۔ آج ہی ان کا تار ملا ہے جس میں انہوں نے اطلاع دی ہے کہ مجھے حکومت برطانیہ نے Knight hood (نائٹ ہڈ) عطا کیا ہے میری طرف سے جماعت کو مبارکباد پہنچا دیں۔

جہاں اللہ تعالیٰ ان کے لئے جسمانی اور روحانی برکتوں کے سامان پیدا کر رہا ہے وہاں ان کے ماحول میں بھی ایک تبدیلی پیدا ہو رہی ہے۔ چنانچہ پچھلے خط میں انہوں نے مجھے یہ اطلاع دی تھی کہ ہمارے ملک میں لوگ احمدیت کی صداقت اور حقانیت کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔

بیرونی ممالک میں جو نئے نئے احمدی ہو رہے ہیں ان کے لئے خدا تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر رہا ہے کہ انہیں روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ دنیوی ترقی بھی حاصل ہو جاتی ہے تا کہ ان کے دل ہر طرح کی نعمتوں کے حصول کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی حمد سے لبریز ہوں۔

اس وقت میں یہ مثال دے رہا تھا کہ یہ الہام ۱۸۶۸ء میں ہوا تھا پھر قریباً سو سال تک یہ الہام پورا نہیں ہوا۔ مومن کا دل تو یقین سے پُر تھا اور وہ جانتا تھا کہ ہر ایک بشارت کے پورا ہونے کے لئے ایک وقت مقدر ہے۔ جب وہ وقت آئے گا تو وہ بشارت بھی ضرور پوری ہوگی۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے ٹال نہیں سکتی۔ لیکن اس کے برعکس جو دل کے اندھے تھے انہیں ٹھٹھے اور ہنسی کا موقع ملتا رہا۔

نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں اور مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک بڑا فرق ہے۔ وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اسلام کی بعض بڑی فتوحات حضور کی ذات سے تعلق رکھتی تھیں اور آپؐ کی زندگی میں مقدر تھیں لیکن ہماری فتوحات کا زمانہ جیسا کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے تین سَو سال تک ممتد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری نسلوں نے یکے بعد دیگرے خدا تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اسلام کے لئے قربانیاں دینی ہیں اور ہر نسل نے اللہ تعالیٰ کی بعض بشارتوں کو پورا ہوتے دیکھنا ہے۔

بہر حال الٰہی جماعتوں کے دلوں میں شیطان وسوسے پیدا کرنے کی کوشش تو کرتا ہے لیکن منافقوں کے سوا اوروں کے دلوں میں وسوسے پیدا کرنے کی اہلیت اور قابلیت نہیں رکھتا۔ اس کو مومنوں پر جیسا کہ

قرآن کریم نے فرمایا ہے کوئی غلبہ اور کوئی سلطان عطا نہیں کیا جاتا۔

پس جو بشارتیں ایسے سلسلوں کو دی جاتی ہیں جنہوں نے آخری اور عظیم فتح سے پہلے کئی منزلیں طے کرنا ہوتی ہیں۔ وہ بشارتیں درجہ بدرجہ اور منزل بمنزل پوری ہوتی رہتی ہیں اور مومنوں کے دلوں کی تقویت کا باعث بنتی رہتی ہیں۔ چنانچہ دیکھو کہ ہمارے زمانہ میں الہام

''بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے''

(تذکرہ چوتھا ایڈیشن صفحہ ۱۰)

کس شاندار طریق سے پورا ہوا کہ اس کے بعد ہمارے دلوں میں ذرہ بھر بھی شک نہیں رہ سکتا کہ وہ دیگر بشارتیں جو ہمیں دی گئی ہیں وہ بھی اپنے اپنے وقت پر پوری ہو کر رہیں گی۔

فرماتا ہے کہ وہ منافق اور منکر لوگ جن کے دل روحانی طور پر بیمار ہیں اور شیطان ان کے دلوں میں وسوسہ پیدا کر چکا ہے۔ وہ اعتراض کرنے لگتے ہیں کہ ''مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا''۔ ہم سے دھوکا کیا گیا ہے اور جو بشارتیں ہمیں دی گئی ہیں وہ پوری ہونے والی نہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے خیالات کو دور کرنے کا ذکر سورۂ توبہ میں اس رنگ میں کیا ہے

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (التوبۃ: ۱۴)

کہ یہ لوگ تمہارے مقابلے میں تلواریں لے کر نکلے ہیں۔ ہماری طرف سے تمہیں یہ بشارت ہے کہ تم کامیاب ہو گے ناکام نہیں ہو گے۔ ناکامی ان منکروں اور منافقوں کی قسمت اور حصہ میں ہے۔ تم ان سے لڑو اور جنگ کرو۔ اگر اللہ چاہتا تو پہلی قوموں کی طرح تمہیں جنگ کی دعوت نہ دیتا بلکہ خود آسمانی عذاب سے ان کو ہلاک کر دیتا لیکن خدا نے تمہیں خوش کرنے کے لئے یہ طریق اختیار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دلوائے گا اور ان کو رسوا کرے گا اور آسمانی نصرت تمہیں حاصل ہو گی، تا دنیا دیکھے کہ جو خدا کے ہو جاتے ہیں اور جنہیں خدا کی نصرت حاصل ہوتی ہے وہ تھوڑے، کمزور اور نہتے ہونے کے باوجود اپنے طاقتور، امیر اور ہر طرح ہتھیاروں سے لیس دشمن پر غالب آتے ہیں۔ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ اس طریق پر نشانات کو پورا کرنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ مومنوں کے دلوں کو شفا

دیتا ہے اور شیطانی وساوس سے ان کی حفاظت کرتا ہے۔

شِفَآءٌ کے معنی صرف یہی نہیں کہ پہلے بیمار رہو اور پھر اسے صحت ہو جائے شِفَآءٌ کے معنی یہ بھی ہیں کہ بیماری سے محفوظ کرلے۔ جیسا کہ آج کل بھی بعض دوائیں بیماری سے محفوظ کرنے کے لئے دی جاتی ہیں۔ مثلاً ہیضہ وغیرہ کے ٹیکے لگتے ہیں۔ اس وقت ہیضہ کا مرض لاحق تو نہیں ہوتا بلکہ وہ ٹیکہ ہیضہ سے محفوظ رکھنے کے لئے لگایا جاتا ہے۔ اس معنی میں بھی یَشْفِ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

تو فرماتا ہے کہ جو بشارتیں، جو آسمانی نشان اور آیات کے وعدے تمہیں دئے گئے ہیں میں انہیں پورا کرتا ہوں تاکہ تم شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہو۔ اور ان سے تمہیں ہمیشہ نجات ملتی رہے۔ قرآن کریم نے شِفَآءٌ لِّمَافِی الصُّدُوْرِ کی تفسیر میں مختلف طریقے بیان کئے ہیں۔ میں نے اس وقت صرف ایک مثال اپنے دوستوں اور بھائیوں کے سامنے بیان کی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کتاب مَوْعِظَةٌ اور شِفَآءٌ ہی نہیں بلکہ هُدًی بھی ہے۔

جسمانی لحاظ سے اگر آپ غور کریں تو جس شخص نے جسمانی نشوونما حاصل کرنی ہو۔ اپنی جسمانی قوتوں اور استعدادوں کو اپنے کمال تک پہنچانا ہو اور اپنی زندگی کو کامیاب بنانا ہو اس کے لئے پہلے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ ہر قسم کی بیماری سے محفوظ ہو۔ تو فرمایا کہ ہم نے قرآن کریم میں ایسا انتظام کر دیا ہے کہ تمام وہ روحانی بیماریاں جو شیطانی جراثیم سے پیدا ہوتی ہیں، پہلے ان بیماریوں کو دور کر دیا جائے اور مومنوں کے روحانی وجود میں کوئی شیطانی وسوسہ باقی نہ رہنے دیا جائے اور اس طرح ان کا وجود روحانی طور پر صحت مند وجود ہو جائے۔ لیکن اتنا ہی کافی نہیں۔ یہاں سے تو اصل کام شروع ہوتا ہے۔ تو فرمایا کہ چونکہ تم روحانی ترقیات کے حاصل کرنے کے قابل ہو گئے ہو۔ اس لئے اس مرحلہ پر بھی یہ کتاب تمہاری راہنمائی کرتی ہے۔ فرمایا هُـــدًی یہ قرآن تمہارے لئے ہدایت بھی ہے۔ عربی زبان کے لحاظ سے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کتاب میں ایسی تعلیم نازل کی گئی ہے جو آج ہی نہیں بلکہ قیامت تک انسان کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق اس کی راہنمائی کرتی چلی جائے گی۔ (کیونکہ اس آیت میں یٰـاَیُّهَـا النَّـاسُ سے خطاب کیا گیا ہے) وہ قرآنی ہدایت رضاءِ الٰہی کی راہوں پر گامزن ہونے کا طریقہ بتلاتی ہے اور بتلاتی چلی جائے گی۔ وہ روحانی ترقیات کی غیر محدود راہیں اس پر کھولتی ہے اور کھولتی چلی

جائے گی اور ہر منزل پر پہنچ کر اسے ایک اور نئی بلندی اور رفعت عطا کرتی ہے اور پہلے سے بڑھ کر اخلاص اور وفا اور قربانی کا عملی نمونہ اسے پیش کرنے کی توفیق دیتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ مردِ مومن ایثار اور محبت کی انتہائی رفعتوں کو اس کی اور محض اس کی برکت سے حاصل کر لیتا ہے اور اس کا انجام بخیر ہو جاتا ہے اور وہ اپنے محبوب، اپنے مطلوب اور اپنے مقصود اور اپنی جنت اور اپنے رب کی رضا کو پالیتا ہے۔ اس طرح انسان کے فطری قویٰ کو صحیح اور احسن راستہ پر چلانے کی طاقت اس کتاب میں رکھی گئی ہے۔

چوتھی بات اللہ تعالیٰ نے اس کتاب مجید کے متعلق یہ فرمائی ہے کہ یہ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ہے۔ رَحْمَةٌ کا لفظ جب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں۔ انعام دینے والی، فضل کرنے والی، احسان کرنے والی اور اپنی مغفرت میں ڈھانپ لینے والی ہستی۔

تو فرمایا کہ ہم جو رحمٰن اور رحیم ہیں رحمت کا منبع اور سرچشمہ ہیں۔ ہم نے قرآن مجید کو رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (مومنوں کے لئے بطور رحمت) نازل کیا ہے۔ تا اس کی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر انسان ہماری رحمت اور مغفرت حاصل کرے اور اس کے ذریعہ سے روحانی بیماریوں کو دور کرے پھر اس کی ہدایت کے فیوض کے نتیجہ میں وہ روحانی ترقی کرتا چلا جائے اور اس کا انجام بخیر ہو۔ لیکن فرماتا ہے کہ یہ بے شک هُدًى اور رَحْمَةٌ ہے۔ مگر هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ جن لوگوں پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے۔ اگر وہ اس پر ایمان لانے کا اظہار اور اقرار نہ کریں اور اس کی بتائی ہوئی ہدایتوں کے مطابق اس پر عمل کرنے کی کوشش نہ کریں اور اپنی زندگیوں کو قرآن کریم کے مطابق نمونہ بنانے کی سعی نہ کریں اور اگر وہ خدا کی نگاہ میں حقیقی مومن نہ بنیں تو یہ کتاب ان کے لئے رحمت نہیں زحمت ہوگی۔ کیونکہ ان کو ایک نور دیا گیا۔ لیکن انہوں نے اس نور پر ظلمت کو ترجیح دی، ایک روشنی انہیں عطا ہوئی، لیکن وہ اس روشنی سے بھاگ نکلے اور اندھیروں میں جا چھپے۔ ایک شِفَآءٌ آسمان سے ان کے لئے نازل ہوئی مگر انہوں نے گند کو اختیار کیا اور بیماری کو صحت پر ترجیح دی۔

پس جو مومن نہیں ان کے لئے یہ رحمت نہیں ہے، مگر جو مومن ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل ان پر نازل ہوگا اور اس کی رحمتوں کے وہ وارث ہوں گے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں یہ فرمایا۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ

فَلْيَفْرَحُوْا ۗ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ کہ اپنے عقائد، اعمال اور اخلاقِ حسنہ پر غرور نہ کرنا۔ تم میں تکبر، خود پسندی، خود نمائی اور ریا، پیدا نہ ہو۔ اپنے کو کچھ نہ سمجھنا۔ کسی خوبی کا مالک خود کو تصور نہ کرنا کہ تمہارا روحانی بیماریوں سے شفاء پا جانا اور رضاءِ الٰہی کی راہوں کو اختیار کر کے تمہارا انجام بخیر ہونا تمہاری کسی خوبی کی وجہ سے نہیں، بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے وابستہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خوش ہو اور سرورِ ابدی کے جام پیو کہ تمہارا رب محض اپنے فضل سے تم پر رجوع برحمت ہوا اور اس نے محض احسان کے طور پر تمہیں وہ دیا جو دنیا کی تمام عزتوں اور دنیا کی تمام وجاہتوں اور دنیا کی تمام لذتوں اور دنیا کی تمام خوشیوں اور دنیا کے تمام اموال سے بہتر اور احسن ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس گروہ میں شامل ہونے کی توفیق بخشے۔ اَللّٰھُمَّ اٰمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۵؍اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۵)

☆......☆......☆